ڈاکٹر اسلم عزیز درانی

سرائیکی غزل کا پہلا شاعر ...... خواجہ غلام فرید

There is a considerable of body of poetic work in the saraiki - one of the oldest languages of the subcontinent. Here a research has been conducted on the great Kafi poet-mystic Khwaja Ghulam Farid with a question whether he was first ghazal poet in the saraiki language. A short portion is also dedicated to the Kafis of the great poet.

~~~~~~~~~~

سرائیکی زبان برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے۔ اس زبان کے لیے "ملتانی" کا لفظ سب سے پہلے "آئین اکبری" میں استعمال کیا گیا۔ ابوالفضل نے ہندوستان کی جو زبانیں ہیں ان کا ذکر یوں کیا ہے۔ "دہلوی، بنگالی، ملتانی، مارواڑی، گجراتی، تلنگی، مرہٹی، سندھی، افغانی شال، بلوچستانی اور کشمیری"

نامور محقق، نقاد، ادیب ڈاکٹر مہر عبدالحق لکھتے ہیں۔ "اس فہرست میں جہاں "بلوچستانی" کے نام سے ایک ایسی زبان کا ذکر ملتا ہے جو آج بھی بول چال کی زبان سے آگے نہیں بڑھی۔ وہاں پنجابی کے نام کی کوئی بولی نہیں گنوائی گئی۔ گویا پنجابی کا لفظ جس زبان کے لیے استعمال ہوتا ہے وہ اکبر کے زمانے سے بھی بہت بعد کا حادثہ ہے اور سرائیکی (ملتانی) سے بالکل الگ تھلگ اور مختلف زبان"

سرائیکی زبان کے حسن اور دل کشی کے بارے میں اوبرائن اپنی کتاب
~~~~~~~~~~

...ے گرامر آف دی ملتانی لینگوئج" میں لکھتے ہیں۔ "ملتانی زبان [illegible] ہوئے دھوئیں اور گندم کے آٹے کی سوندھی سوندھی خوشبوؤں میں لپٹی ہوئی ہے۔ [illegible] شرقی ہندوستان کی مصنوعی اور جناتی بولی زبانوں کی نسبت [illegible] ہے۔ یہ ایک زبان ہے جو ابھی خار دار جھاڑیوں سے بہت [illegible] ہے لیکن اس کی [illegible] اس طرح سے معمور ہیں جو جھاڑیوں میں اُگے ہوئے صحرائی پھول [illegible] جن کا سادہ اور فطری حسن مصنوعی گلدستوں سے زیادہ [illegible] اور دلفریب ہوتا ہے۔

اس زبان میں شعر و نغمہ، قصہ کہانی، چیستانوں، پہیلیوں اور محاوروں کا بہت اچھا ذخیرہ ہے۔ جسے ضبط تحریر میں نہیں لایا گیا۔ ملتانی زبان کا بہت بڑا خزانہ اس کے ضرب الامثال ہیں۔

سرائیکی شاعری کی دو اصناف کافی اور ڈوہڑہ بھی قدیم ترین ہیں۔ سرائیکی ادب کے نامور محقق اور شاعر کیفی جام پوری کا کہنا ہے" یہ دونوں اصناف اس زبان کا سب سے بیش بہا اور گراں قیمت سرمایہ ہیں۔ اگر ان دونوں کو نکال دیا جائے تو اس زبان کے ادب میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

کافی سرائیکی شاعری کی مقبول و منفرد صنف ہے۔ اس میں وجد ہے، مستی ہے، سوز ہے، ساز ہے، گداز ہے، سرور ہے، کیف ہے، فقیر اور درویش اسے گلی گلی، بستی بستی، گاؤں گاؤں اپنی مترنم اور درد بھری آواز میں گا گا کر صوفی شعرا کی کافیاں سنایا کرتے تھے۔ صوفیا کی محافل میں پرسوز لے میں جب سنائی جاتی تو سامعین پر وجد طاری ہو جاتا۔ اسی لیے کچھ دانش وروں کا خیال ہے کہ کافی اصل میں ایک راگ اور یہ دلوں کو تسخیر کرتا ہے۔ اس کے برعکس کچھ دانش وروں کی رائے میں اگر کافی ایک راگ یا راگنی ہوتی تو اسے کسی اور راگ یا راگنی کی ضرورت نہ ہوتی۔ اسے تو کئی راگوں اور راگنیوں میں بھی گایا جاتا ہے۔ اس کے لیے کوئی مخصوص بحر یا وزن نہیں۔

Scanned by CamScanner

بعض محققین کے مطابق کافی کے معنی "کہنی" یا "کہن" کے ہیں۔ یعنی کسی بات یا جذبے کا اظہار کرنا تھا "کہنی" (اظہار کرنا)۔ بعض محققین کا کہنا ہے کہ "کافی" اصل میں عربی لفظ "قوافی" کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ عموماً اس میں تین تین چار چار مصرعوں کا ایک بند ہوتا ہے۔ آخری مصرعہ بار بار دہرایا جاتا ہے اور یہی بند کی جان ہوتا ہے۔ چونکہ کافی میں محبوب سے جدائی، ہجر اس سے ملاقات کی حسرت، مرشد کا انتظار، امید اور ناامیدی، ہجر کی آگ، دنیا کی بے ثباتی، سے متعلق شدید اظہار، سوز و گداز اور غم و الم اور بے خودی کا بھرپور رچاؤ ملتا ہے۔ اس لیے بعض محققین اسے انگریزی شاعری کی صنف سانیٹ سے قریب سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر محقق نبی جام بلوچ کے مطابق سندھی میں کافی شاہ عبداللطیف بھٹائی کی پیداوار سمجھی جاتی ہے اور اس کا ابتدائی نام "وائی" تھا۔ [illegible] سندھی میں یہ صنف شاہ عبداللطیف کی "کافیوں" سے پہلے رائج تھی اور "کافی" "وائی" تھی۔ [illegible] سندھی میں بہت، حمل فقیر لغاری، نے بہت عمدہ کافیاں لکھیں جو عوام میں بے حد مقبول ہوئیں۔ مگر [illegible] کافی کے سب سے بڑے اور عظیم شاعر خواجہ غلام فرید ہیں۔ انھوں نے کافی کی صنف میں نئے فنی تجربے کیے۔ نئی راہیں تلاش کیں۔ فکری توانائی بخشی، ہیئت میں نئی تبدیلیاں کیں اور جذبات و الفاظ کی فراوانی سے یہ صنف کافی کے آہنگ اور بحر میں ایسا اضافہ کیا کہ کافی ان کے نام سے منسوب ہو کر رہ گئی۔ ان کی کافیوں کے بارے میں [illegible] لکھتے ہیں:

> "پورے پنجاب میں آپ کی کافیاں نہایت عقیدت، محبت اور شوق سے گائی جاتی ہیں [illegible] آپ کو اللہ تعالیٰ نے قوت شعری کے اس خاص عطیے سے بھی فیض یاب کیا تھا جو ابتدائے آفرینش سے اب تک بہت ہی کم لوگوں کے حصے میں آئے ہیں۔ آپ کی کافیاں [illegible] پنجابی

Scanned by CamScanner

سے یہ زبان قطعاً الگ ہے۔ مگر اس کی مٹھاس، نرمی اور حلاوت
پڑھنے یا سننے والوں کو بہت جلد اس کے قریب تر کر دیتی ہے۔
خواجہ فرید کی کافیوں کو غیر فانی شاعری کی صف اول میں جگہ دی
جا سکی ہے۔ خواجہ فرید کا کلام، وارث شاہ کی ہیر سے زیادہ ہر دل
عزیز ہے۔ سوز و گداز اور نغمہ و نور سے چھلکتی ان کافیوں کا انتخاب
بہت دشوار ہے کیونکہ ہر کافی پڑھ کر کہنا پڑتا ہے کہ

ع کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است''

سرائیکی میں کافی اور ڈوہڑا کے علاوہ شعرا اردو اور فارسی شاعری کی دیگر اصناف مثلاً مثنوی، قصیدہ، مرثیہ، قطعہ بند، مسدس، مخمس، سی حرفی، بارہ ماسہ، ہفت روز، ہشت پاس اور غزل میں بھی طبع آزمائی کرتے رہے۔

غزل بھی فارسی اور اردو سے سرائیکی میں پہنچی مگر اس کی عمر تھوڑی بتائی جاتی ہے۔ محققین کا عمومی خیال ہے کہ سرائیکی غزل پر شعرا نے بیسویں صدی میں توجہ دی۔ تشکیل پاکستان کے بعد سرائیکی شعرا نے غزل کو اظہار کا پیرایہ بنایا اور اسے بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ چنانچہ یہ کچھ ہی عرصہ میں اردو غزل کی ہم پلہ و ہم سر بن گئی۔

سرائیکی غزل کم عمر ہے مگر ''پنجابی شاعراں دا تذکرہ'' میں نواب بہاولپور کے ایک قریبی رشتہ دار نواب غلام حسن عرف گاموں خان کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے ۱۹۱۶ء میں لاہور میں وفات پائی۔ صاحب کتاب نے لکھا ہے کہ گاموں خاں نے اپنی زبان (سرائیکی) میں غزل کا پہلا تجربہ کیا اور ان کا یہ شعر پیش کیا ہے۔

کنگھی پھیر کے یار نے مانگ کڈھی، نکتہ لبھیا اے اس بات وچوں
کوئی صاحب سکندر نوں جا آکھے، کڈھی یار نے راہ ظلمات وچوں

گویا گاموں خاں کو سرائیکی غزل کا پہلا شاعر قرار دیا گیا ہے۔ اس بیان کی

Scanned by CamScanner

روشنی میں اگر ہم" دیوان فرید" پر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں اس میں کافیوں کے ساتھ ساتھ غزلیں بھی نظر آئیں گی۔ ان غزلوں میں بھی وہی سوز و گداز، غم و اندوہ، عشق و محبت، ہجر و فراق کی تپش محسوس ہوگی جو خواجہ غلام فرید کی کافیوں کی پہچان ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان غزلوں کو بھی "کافی" کا نام دیا گیا ہے۔

ان اشعار میں غزلوں کی پوری ترتیب، تنظیم اور کیفیت و توانائی موجود ہے۔ قافیہ، ردیف، مطلع، مقطع اور تخلص کا خوب صورت استعمال یہ سب ان کافیوں پر "غزل" کی دلالت کرتے ہیں۔

ان کی غزلوں کے مطلع اور مقطے بڑے بھرپور اور زوردار ہیں۔ یہ مطلع ملاحظہ کیجئے۔

- یار کوں کر مسجود چھڈ دے بیو معبود
- ڈکھڑیں کارن جائی ہم سولیں سانگ سمائی ہم
- ویسوں سنجھ صباحیں خالی رہن جائیں
- دلڑی نمانی کوں سخت منجھاری چھڈ گیا ڈھولا یار آزاری
- ڈیس سہا سانول آ جُ کل ناتاں ویسائیں مر، جل، گل
- کیچ گیوں یار برو چل ناں کل لدھڑ و سانول مل

اب یہ مقطعے ملاحظہ کیجئے:

- یار فرید ملم دل بھاندا میلے ویس اتاراں
- ہجر فرید کیتی دل زخمی دوست نہ مرہم لیندا
- ہجر فریدا لمبی لائی جل گیوم مفت وچار
- عشق فرید بہوں ڈکھ ڈیم آ جُ کل موئی بھلیاں
- میں تے یار فرید منظر لوں رل مل شہر بھنبھور
- کر قربان فرید سرآ پڑاں ہیڈڑا وار آیا

اس غزل کے چند اشعار دیکھئے

دل کوں ہے تیر یار دا　　ظالمیں چوٹ چلیندا
درد فراق دے درد اندیشے　　تن من پھوک جلیندا
غم دا حال سنڑاواں کیویں　　سو دکھ تے ہک وات
ہجر پچھے ات درد کشالے　　واہ واتے دی وات
دل کوں چاہ ملاپ دی　　دل کوں تانگھ اتاول
سوہے فرید دی سولی　　ونجڑاں وارو وار
دل میں راہنس ہولی　　رہیا فرق نہ کوئی

درد و غم اور رنج و الم سے لبریز یہ غزلیہ میر تقی میر کی یاد دلاتے ہیں۔ وہی دکھ وہی درد، وہی غم، وہی چبھن، وہی تڑپ، وہی اگن، ان اشعار میں موجود ہے جس نے میر کو اور فرید کو آفاقی شاعر بنا دیا۔ فرید نے غم ذات کو غم کائنات میں ڈھال دیا ہے۔ ان کا عارفانہ کلام ہو یا عاشقانہ، دلوں پہ وار کرتا ہے۔ قلوب کو تسخیر کرتا ہے۔ اذہان کو زنجیر کرتا ہے۔ آنکھوں کو نمناک کرتا ہے۔ ان کی غزلیں سہل ممتنع کی خوب صورت مثالیں ہیں۔ چھوٹی بحروں میں پر اثر اشعار کہتے ہیں۔

روندیں عمر نبھائی　　یار دی خبر نہ کوئی
یار فرید نہ پایم پھیرا　　گل گیوم مفت اجائی
یاری لایو، لا نہ جاتو　　مخلص نہ آپو نا
ڈیکھ لہاوں اوکھا　　اکھیاں زار و زار
روندیں عمر وہائیں ساری　　یار نہ پائم ہیہات مگر
خضر دے ساہ تے بار نجوں دے　　مزوی عشق سوغات مگر
توں بن کیکوں شہر دا والی　　اوکھی عمر گزارا

Scanned by CamScanner

سنجڑیاں راتیں پاوّ تاراں   ڈیہاں اجالے ماراں

ایک غزل کے ان اشعار کو دیکھئے

ڈکھ دا حال نہ تھیوم پورا   پتراں ۲ ۲ چاہاں

سوہنڑیاں دے وچ ہاتھ وفادی   ہیں ایہو گالھ نہ متاں

برہوں فرید تھیو ہے ساتھ   سب شے توں ہی ہتاں

تصوف، تغزل، موسیقیت، غنایت سے معمور یہ غزلیں خواجہ فرید کے شاعرانہ قامت میں اضافہ کرتی ہیں۔ ان کی غزلوں میں دھرتی اور ماحول کی خوشبو ہے۔ انہوں نے اپنی غزلوں کو گلزاروں، سبزہ زاروں، مرغزاروں، پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں کے بجائے روہی کی ریت، ریتلے ٹیلوں، صحرا کے نوبھوں والی ہکانے، پیلو، کھپ، کنڈے، مگر سے یوں سجایا ہے کہ زندگی کی سانسوں کی مہک حرف حرف اور لفظ لفظ سے پھوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ پریت، چاکھ اور دکھ کی آنچ یوں لو دیتی ہے کہ دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔

عشق نہیں کئی بھاہ غضب دی   سڑدی جلدی جان وچاری

ان کی غزل کا یہ شعر شیفتہ کے اس شعر کی یاد دلاتا ہے۔

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

فرید کی اسی غزل کا اگلا شعر ملاحظہ ہو:

درد اندوہ تے سول ہزاراں   اک کر یاری یار وساری

کسی قدر بے ساختگی اور گداختگی ہے۔

میرے اندازے کے مطابق دیوان فرید میں موجود تقریباً ۲۴ کافیاں ایسی ہیں جو در حقیقت غزلیں ہیں۔

Scanned by CamScanner

خواجہ فرید ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں وفات پائی۔ ان کے شعری سرمایہ کو دیکھتے ہوئے بلا جھجک کہا جا سکتا ہے کہ وہ سرائیکی کے پہلے غزل گو شاعر ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ فاضل نقاد اور محقق حضرات کلام فرید کا مطالعہ نئے سرے سے کریں نئے تناظر میں کریں تاکہ غزل گو شاعر کی حیثیت سے ان کی دریافت ہو سکے۔

آخر میں ان کی ایک خوب صورت غزل کے چند اشعار

میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں ۔۔۔ میڈا دین وی توں ایمان وی توں
میڈا جسم وی توں میڈی روح وی توں ۔۔۔ میڈا قلب وی توں جند جان وی توں
میڈا کعبہ قبلہ، مسجد منبر ۔۔۔ مصحف تے قرآن وی توں
میڈے فرض فریضے، حج زکوتاں ۔۔۔ صوم صلوٰت ، اذان وی توں
میڈا ذکر وی توں، میڈا فکر وی توں ۔۔۔ میڈا ذوق وی توں، وجدان وی توں
میڈا دھرم وی توں، میڈا بھرم وی توں ۔۔۔ میڈا شرم وی توں، میڈی شان وی توں
میڈا دکھ سکھ، رووݨ کھلݨ وی توں ۔۔۔ میڈا درد وی توں درمان وی توں
میڈا خوشیاں دا اسباب وی توں ۔۔۔ میڈے سولاں دا سامان وی توں
میڈا حسن تے بھاگ سہاگ وی توں ۔۔۔ میڈا بخت تے نام و نشان وی توں
میڈے ٹھڈڑے ساہ تے مونجھ منجھاری ۔۔۔ ہنجوں دے طوفان وی توں
میڈی مہندی، کجل مساگ وی توں ۔۔۔ میڈی سرخی بیڑا پان وی توں
میڈی وحشت جوش، جنون وی توں ۔۔۔ میڈا گریہ، آہ و فغان وی توں
میڈا اول آخر ، اندر باہر ۔۔۔ ظاہر تے پنہان وی توں
میڈا بادل برکھا، کھمو یاں گاجاں ۔۔۔ بارش تے باران وی توں
ہے یار فرید قبول کرے ۔۔۔ سرکار وی توں سلطان بھی توں